بالِ جبریل

منظوم کشمیری اور سنسکرت تراجم

کلیم اختر

تنم گلی ز خیابانِ جنتِ کشمیر

دل از حریمِ حجاز و نوا ز شیراز است

عصرِ جدید میں جتنی اہمیت علامہ اقبالؒ کے فکر و فن کو حاصل ہوئی ہے اتنی کسی اور مفکر اور شاعر کو نصیب نہیں ہوئی اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ علامہ اقبالؒ کے افکار و اشعار نے پورے عالم انسانیت کو متاثر کیا ہے اور ان کے نظریات سے اختلاف رکھنے والوں نے بھی ان کے شاعرانہ محاسن اور فکر کی گہرائی کو سراہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کلامِ اقبالؒ جہاں انسان کو حسن و جمال، مناظرِ فطرت اور روحانی سکون سے نوازتا ہے وہاں زیر دستوں اور محکومی و مقہوری سے ستائے ہوئے انسانوں کے لئے مژدۂ جانفزا بھی ہے۔

عہدِ اقبال بلا شک و شبہ عالمی تحریکات، جنگ و جدل، آزادی کی طلب اور فکری و نظریاتی تحریکوں سے عبارت رہا ہے۔ علامہ اقبالؒ اس دور کے بدلتے ہوئے ہر لحظے سے باخبر رہے اور انہوں نے عہدِ رفتہ کی عظمتوں کو بھی پیش نظر رکھا۔ اور آنے والے سنہرے دور کی نشاندہی بھی کی جس کی شہادت ان کی ہر نثری اور شعری تحریر میں مل سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر میں اقبالؒ نسلِ انسانی کے ایک مفکر ہی نہیں ایک مصلح اور نجات دہندہ کے روپ میں سامنے آتے ہیں۔ جیسے کسی مسافر کو شجرِ سایہ دار مل جائے۔ چنانچہ علامہ اقبالؒ کی عالمی مقبولیت بتاتی ہے کہ جب انہوں نے یہ کہا تھا کہ:

درویشِ خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دِلّی ہے نہ صفاہاں نہ سمرقند

تو کوئی غلط نہ کہا تھا بلکہ اپنی بین الاقوامی شخصیت کا اظہار کیا تھا۔ علامہ اقبال اس اعتبار سے بے حد خوش نصیب تھے کہ ان کے کلامِ دلنواز کا ترجمہ ان کی زندگی میں ہی ہونا شروع ہو گیا تھا۔ انگریزی، فارسی، عربی اور جرمنی زبانوں کے تراجم کو تو اوّلیت رہی۔

قیامِ پاکستان کے بعد کلامِ اقبالؒ کے تراجم علاقائی زبانوں میں ہوئے چنانچہ پشتو، سندھی، پنجابی اور بلوچی کے علاوہ ہندی اور تامل زبانوں میں بھی کلامِ اقبالؒ کے ترجمے ہوئے اور فکر و فنِ اقبال نے ان زبانوں کی شاعری پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے۔

کلامِ اقبالؒ کا اب کشمیری زبان میں بھی ترجمہ کا کام شروع ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں اوّلیت کا سہرا جناب نازؔ کو نگامی کے سر باندھنا چاہیئے جنہوں نے سب سے پہلے "اسرارِ خودی" کا کشمیری زبان میں ترجمہ کیا اور خوب کیا۔ نازؔ کو نگامی ایک پڑھے لکھے انسان ہیں۔ انہوں نے لندن میں بھی تعلیم حاصل کی چنانچہ ان کے کشمیری ترجمہ میں وہ روح موجود ہے جو اوریجنل کتاب میں موجزن ہے۔ "اسرارِ خودی" کا کشمیری ترجمہ کشمیری حلقوں میں بے حد مقبول ہوا اور اسے بے حد سراہا گیا۔ نازؔ کو نگامی پاکستان میں مقیم ہیں اور کلامِ اقبال ان کا محبوب موضوع ہے۔

دوسرے نمبر پہ حادثی بانہالی ہیں جو علامہ اقبالؒ کے کلام کو کشمیری زبان کے قالب میں ڈھالتے ہیں اور خود بھی اردو اور کشمیری زبان کے مانے ہوئے شاعر ہیں۔ کشمیریوں میں کلامِ اقبالؒ بہت مقبول ہے۔ جہاں تک ترجمہ کا تعلق ہے ریاست کے مشہور سکالر پروفیسر شیخ محمود احمد "جاوید نامہ" کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر چکے ہیں۔ یہ آجکل لاہور میں مقیم ہیں اور حکومتِ آزاد کشمیر کے ناظمِ تعلیمات کے عہدے سے ریٹائر ہوئے ہیں۔

مقبوضہ کشمیر میں کلامِ اقبال کے کشمیری تراجم کا کام تیزی سے جاری ہے اور بہت سے شعرائے کرام نے علامہ اقبالؒ کی کتابوں کو کشمیری زبان میں ڈھالنے کا کام سنبھالا ہے۔ اس سلسلہ میں سید غلام قادر اندرابی تحصیلدار کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے بالِ جبریل کا مکمل منظوم کشمیری ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب کو سرینگر میں محمد شفیع نے شائع کیا ہے۔ سرورق پر علامہ اقبالؒ کی تصویر ہے۔ پس منظر میں شام ہے اور علامہ اقبال کے ہاتھ میں قلم ہے۔ یہ کتاب ۲۸۴ صفحات پر مشتمل ہے اور فاضل مترجم کو داد دینی چاہیئے کہ انہوں نے ترجمہ کے لئے علامہ اقبال کی وہ کتاب منتخب کی ہے جو بقول ڈاکٹر جاوید اقبال :

"..... علامہ اقبال کی تصنیف بالِ جبریل ان کے اردو کلام میں منفرد حیثیت رکھتی ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اردو میں یہ تصنیف ان کے فکر و فن کا بہترین نمونہ ہے۔"

بالِ جبریل کے کشمیری ترجمہ کو اہلِ کشمیر نے جن تحسین بھری نظروں سے دیکھا ہے اس کا پتہ ان آراء سے چلتا ہے جو کشمیری دانشوروں نے دیں۔ اس ضمن میں شیخ محمد عبداللہ مرحوم نے لکھا تھا :

"..... علامہ اقبال کے آئینۂ دل پر کشمیر کا نام اس قدر نقش تھا کہ اس کی چھوٹ ان کے کلام ہی کیا ساری زندگی پر پڑتی ہے۔ انہوں نے کشمیر کو پہلی بار اس کے خوبصورت ماحول کے طفیل کی حیثیت سے نہیں بلکہ مظلوم انسانوں کی حیثیت سے دیکھا اور ان کے حالات پر درد مندی اور دلسوزی سے اظہارِ خیال کیا۔ بالِ جبریل کے نغموں کی تخلیق کا زمانہ وہ ہے جب وہ کلام کے علاوہ عمل سے بھی کشمیر کی جدوجہدِ آزادی کے شعلوں کو بھڑکا رہے تھے۔ ان کے نفس سے کشمیر میں آتشِ گل تیز تر ہوئی اور اس آگ میں کشمیریوں کو پہنائی گئی زنجیریں پگھل کر رہ گئیں۔ یہ بڑی مناسب بات ہے کہ بالِ جبریل کو کشمیری زبان میں منتقل کیا گیا ہے۔"

اگرچہ اس سے پہلے بھی اقبال کے کلام کو جستہ جستہ کشمیری زبان میں منتقل کیا جاتا رہا ہے

لیکن میری دانست میں یہ پہلی بار ہے کہ جب ان کی کسی پوری تصنیف کو کشمیری زبان کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کشمیری زبان" قدرت، اظہار کی اس منزل تک پہنچ گئی ہے، جہاں اس پیمانے میں ان کے نفاست، خیال اور نزاکت، بیان کی صہبا انڈیلی اور جذب کی جا سکتی ہے۔ ترجمے میں اصل فن پارے کی فضا اور کیفیت پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ اس کے باوجود مسٹر رحیم سید غلام نادر اندرابی نے اپنا شوق قابل قدر انداز میں سنبھالا ہے۔ ان کی یہ کوشش اقبال کے مداحوں کے ساتھ ساتھ کشمیری زبان کے قدر دانوں کے لئے ایک بہت دلنواز مدات کی حیثیت رکھتی ہے۔"

مرحوم شیخ محمد عبداللہ کو یہاں پر ایک مغالطہ ہوا ہے۔ وہ یہ کہ علامہ اقبال کی کسی پوری تصنیف کو کشمیری زبان کا جامہ پہلی بار پہنایا گیا ہے، جیسا کہ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے پیشتر تاز کو نگامی "اسرار و رموز" کا ترجمہ کر چکے ہیں۔ چونکہ یہ کتاب پاکستان میں طبع ہوئی تھی اس لئے مقبوضہ کشمیر کے عوام اس سے آگاہی حاصل نہ کر سکے۔ بہر نوع یہ حقیقت ہے کہ سید غلام نادر اندرابی کے ترجمہ کو کشمیر میں بہت پسند کیا جا رہا ہے اور کشمیری خواں طبقہ میں یہ تصنیف مقبول ہو رہی ہے۔ اس سلسلہ میں غلام نبی گوہر نے درست لکھا ہے کہ:

> "...... بال جبریل کا کشمیری میں منظوم ترجمہ کر کے قوم کی شاعر اقبالیاتی ادب میں اضافہ کر کے ادب نوازی اور عوام دوستی کا فرض سنبھالا ہے۔ علامہ اقبال کا فکر و فن آج تک صرف اردو خواں طبقہ تک ہی محدود رہا ہے۔ اس ترجمے سے یہ امید بندھ جاتی ہے کہ کشمیری زبان جاننے والے بلا امتیاز مذہب و ملت علامہ اقبال کے پیغام کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں آسانی اور سہولت محسوس کریں گے۔"

اندرابی صاحب کے ترجمہ کو اشاعت سے قبل ممتاز کشمیری شاعر اور ادیب پروفیسر محی الدین حاجنی اور جناب عارف بیگ نے بھی دیکھا ہے یعنی یہ ترجمہ اشاعت سے قبل دو مستند ادیبوں کی نظروں سے گزرا ہے جنہیں کشمیری زبان اور ادب پر اتھارٹی مانا جاتا ہے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ بال جبریل کا ترجمہ مقبوضہ کشمیر میں صرف کشمیری زبان میں ہی نہیں ہوا ہے بلکہ اس عظیم کتاب کو سنسکرت زبان کے قالب میں ڈھالا جا چکا ہے۔ اس سے پیشتر علامہ اقبال کے چیدہ چیدہ کلام کا پہلا سنسکرت ترجمہ "اقبال کا درپن ورشنم" کے نام سے سرینگر میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ مترجم ایک کشمیری پنڈت موتی لال پشکر ہیں اور ان کو محمد یوسف ٹینگ، سیکرٹری جموں و کشمیر کلچرل اکادمی ____ کہ یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ اقبال پر بعض سنسکرت شعرا کا گہرا اثر تھا۔ انہوں نے وید مقدس کے گائیڈ منتر کا منظوم اردو ترجمہ کیا اور بال جبریل کے سرورق پر سنسکرت کے مشہور شاعر بھرتری ہری کا شعر ہے

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

موجود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبالؒ کے کلام کا یہ سنسکرت زبان میں پہلا ترجمہ ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں موتی لال پشکر نے لکھا ہے کہ:

"سنسکرت عروض اور بحروں میں اقبال کی اصل منظومات کی بحریں یوں سمو گئیں جیسے یہ ان کے لئے بنائی گئی ہوں۔"

پنڈت موتی لال پشکر کا خیال ہے کہ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اقبال سنسکرت کے صوتی نظام اور عروض سے واقف ہے اور ساری ہندی شاعری میں اقبال کے سے تنوع اور رنگارنگی کا کوئی شاعر نہیں ہے۔ بالِ جبریل کے سنسکرت ترجمہ کا سر نامہ ڈاکٹر کرن سنگھ سابق والئ ریاست جموں و کشمیر نے لکھا ہے اور انہوں نے اقبال کو بیسویں صدی کے اعلیٰ ترین دانشوروں اور شاعروں میں شمار کیا ہے۔

کلامِ اقبال کے کشمیری اور دیگر زبانوں میں تراجم اس دور میں بے حد ضروری ہیں کیونکہ علامہ اقبال نے کشمیری عوام کی جس مظلومی اور محکومی کے خلاف آواز بلند کی تھی وہ حالت آج بھی مقبوضہ کشمیر میں جاری ہے اور جس آتشِ گل نے کشمیری عوام میں حرکت و توانائی پیدا کی اس کو ابھی مزید تیز کرنے کی ضرورت ہے۔ آج بھی کشمیریوں کے لئے اقبال کا کلام حیاتِ تازہ سے کم نہیں ہے۔ کشمیر پر بھارت کا قبضہ ہے اور کشمیری ایک غلامی سے نکل کر دوسری غلامی میں پھنس چکے ہیں اور ان کے حقِ خود ارادیت کا مسئلہ بین الاقوامی سیاست کی بھینٹ چڑھ گیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کشمیری اپنی خودی کو پہچانیں اور افغانوں کی طرح میدانِ کارزار میں اتر آئیں اور غلامی کے اندھیروں کو ختم کر دیں۔ موجودہ حالات میں کشمیریوں کی نئی نسل کو آزادی اور حریت سے آشنا کرنے کے لئے کلامِ اقبال ایک بہت بڑا وسیلہ ثابت ہو سکتا ہے۔